دراصل یہ قرارداد ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے۔ جس کا بحیثیت مجموعی ایک مزاج اور ایک ہی منشا ہے اور وہی منشا اور مزاج اس کی ہر شق کا ہے۔ اس کی کسی شق کو بھی صحیح طور پر جامۂ عمل نہیں پہنایا جا سکتا جب تک کہ ہماری مملکت کا پورا دستور اس قرارداد کے منشا اور مزاج کے مطابق ڈھلا ہوا نہ ہو۔ اور اس کی ہر شق اپنا حق پا سکتی ہے اگر یہ پوری قرارداد اپنی اصلی روح کے ساتھ دستور مملکت کی شکل اختیار کرے۔

دوسری غلط فہمی آپ کے سوالات میں یہ نظر آتی ہے کہ اگر پوری قرارداد کے معاملہ میں نہیں تو کم از کم قرارداد کی اس شق کے معاملہ میں تو آپ صریحاً جو کچھ سوچ رہے ہیں محض تحفظ اور تدارک کے نقطۂ نظر سے سوچ رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے سامنے اصل سوال قرارداد مقاصد کو اس کے تمام اجزاء سمیت نافذ کرنے کا ہے نہ کہ اس سے یا اس کی کسی شق سے فرار کی روک تھام کرنے کا۔ قرارداد مقاصد ریاست پاکستان کو اصولی ریاست (Ideological State) کی حیثیت دے چکی ہے۔ اور اس نے قطعی طور پر وہ آئیڈیالوجی بھی متعین کر دی ہے جس پر اس ریاست کی بنا قائم ہے۔ اس کے بعد جو کام ہمیں کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی مملکت کا دستور اس طرح مرتب کریں کہ اس کے ماتحت جو حکومت بنے اس کا سارا نظام اس آئیڈیالوجی کو نافذ کرنے والا ہو۔ یہ کام اگر ہم نے صحیح طور پر کر لیا تو قرارداد مقاصد کی ہر شق اسی بنیادی آئیڈیالوجی کے مطابق جامۂ عمل پہن لے گی، اور اس صورت میں کسی خاص شق کے لئے الگ تحفظات کی ضرورت نہ رہے گی۔ بلکہ سب کے لئے وہی تحفظات کافی ہوں گے جو پورے دستور کی حفاظت کے لئے ہر دستور میں رکھے جاتے ہیں۔

ان غلط فہمیوں کے رفع ہو جانے کے بعد یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ محض شق (ک) کے لئے تحفظات تجویز کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نہ اس طرز پر سوچنے سے ہم کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے بجائے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے قرارداد مقاصد میں جس آئیڈیالوجی کو اپنی مملکت کی بنیاد قرار دیا ہے، وہ بجائے خود کیا ہے، اس کو قرارداد مقاصد کی مختلف شقوں کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس کو دستور میں ثبت کرنے کی صورت کیا ہے: اس چیز کو اگر اچھی طرح سمجھ کر زیر ترتیب دستور میں ٹھیک ٹھیک ثبت کر دیا جائے گا تو قرارداد مقاصد کی دوسری شقوں کی طرح شق (ج) کے منشا کو بھی

ہمارا سارا انتظام حکومت بحیثیت مجموعی پورا کرے گا۔ اور اس کے لئے الگ تدابیر (provisions) کی بہت کم ضرورت باقی رہے گی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا، تو پھر خواہ آپ کتنے ہی تحفظات تجویز کریں اور تدارک کی کتنی ہی صورتیں رکھ دیں، نظام حکومت کی پوری مشین اس مقصد کے خلاف چلے گی جیسے شق (ج) میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) قرارداد مقاصد جس آئیڈیالوجی پر مبنی ہے اس کا اقرار و اعلان، اس قرارداد کے دیباچہ میں کر دیا گیا ہے۔ اور وہ حسب ذیل اجزاء ترکیبی پر مشتمل ہے۔

اوّل یہ کہ "حاکمیت ساری کائنات پر صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی ہے"۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خود پاکستان کی حاکمیت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے؛ کوئی خاندان، طبقہ، نسل، قوم یا باشندگان پاکستان کا مجموعہ اس حاکمیت کا حامل نہیں ہے۔

دوم یہ کہ ریاست پاکستان کو جو اقتدار حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کا تفویض کردہ ہے اور اس کی طرف سے ایک "مقدس امانت" (Sacred Trust.) کی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ریاست اپنے مستقل بالذات اقتدار کی مدعی نہیں ہے بلکہ وہ اس مملکت میں اصل مقتدر اعلیٰ، یعنی رب العالمین کی نائب، خلیفہ اور امین کی حیثیت سے کام کرے گی۔

سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اقتدار اس ریاست کے حکمرانوں کو براہ راست نہیں سونپ دیا ہے۔ بلکہ پاکستان کے باشندوں کے ذریعے سے سونپا ہے۔ بالفاظ دیگر اس امانت اقتدار کے اور اس خلافت و نیابت کے اصل حامل جمہور پاکستان ہیں۔ اور وہی اس اقتدار کو ان لوگوں کے حوالے کریں گے جنہیں وہ ریاست کا انتظام چلانے کے لئے پسند کریں۔ یہ چیز اسلامی جمہوریت کو ایک طرف مغربی طرز کی جمہوریت سے ممیز کر دیتی ہے اور دوسری طرف پاپائی تھیوکریسی سے۔

چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ریاست پاکستان کو اس کے باشندوں کے ذریعہ سے جو اختیارات سونپے ہیں وہ اس لئے سونپے ہیں کہ وہ ان کو اس کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر استعمال کرتے

اب یہ ظاہر ہے کہ ہم کو اللہ کی مقرر کردہ حدود کا علم اس کی کتاب اور اس کے رسول کی ہدایت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، اس لئے لامحالہ اس فقرے کا منشا یہ ہے کہ ریاست پاکستان اپنے ان مفوضہ اختیارات کو قرآن و سنت کے مطابق حدود اللہ کے اندر استعمال کرنے کی پابند ہوگی۔ ان حدود سے تجاوز کرنے کا اسے حق نہ ہوگا۔

یہ ہے وہ آئیڈیالوجی جس پر اپنی ریاست کی بنیاد رکھنے کا ہم فیصلہ کر چکے ہیں۔ لازم ہے کہ اسی پر ہمارے دستور کی بنا رکھی جائے۔ اور اس کے ٹھیک ٹھیک ثبت کرنے کی صحیح آئینی صورت یہ ہے کہ زیر ترتیب دستور کی چار مستقل دفعات میں اس بنیادی عقیدے کے چاروں مذکورہ بالا اجزاء کو واضح اور غیر مشتبہ زبان میں بیان کر دیا جائے۔

(۲) بنیادی عقیدے کی توضیح و تعیین کے بعد قرارداد مقاصد اس عملی نظام کی تشریح کرتی ہے جو اس عقیدے پر بنایا جائے گا۔ یہ نظام تین بڑے اجزاء پر مشتمل ہے:

ایک وہ جو عام ملکی معاملات سے متعلق ہے،

دوسرا وہ جو ریاست کی مسلمان اکثریت سے متعلق ہے،

تیسرا وہ جو ریاست کی غیر مسلم اقلیت سے متعلق ہے۔

قرارداد مقاصد کے دیباچے نے یہ بات پہلے ہی طے کر دی ہے کہ ان تینوں اجزاء کے بارے میں جس قدر بھی دستوری تفصیلات مرتب کی جائیں گی وہ لازماً اسی آئیڈیالوجی پر مبنی ہوں گی جو اس دیباچے میں بیان کی گئی ہے۔ ان میں سے کسی چیز کے بارے میں بھی کوئی ایسی دستور سازی جائز نہ ہوگی جو اس اعلان کردہ بنیادی عقیدے کے خلاف ہو۔ جو لوگ دستور سازی کے کام میں کسی طور پر حصہ لے رہے ہوں ان کا فرض ہے کہ اس بات کو پوری ایمانداری کے ساتھ ملحوظ رکھیں اور اپنے شرکاء کار کو اس راستے سے ہٹنے نہ دیں۔

(۳) عام ملکی معاملات کے بارے میں قرارداد مقاصد کی شق (ب) یہ طے کرتی ہے کہ دستور مملکت کی ترتیب میں "جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور اجتماعی عدل و انصاف کے ان

اصولوں کی پوری طرح پیروی کی جائے گی جو اسلام نے ہم کو بتائے ہیں۔" نیز شق (ھ) یہ بھی ملتی ہے کہ زیرِ ترتیب دستور میں باشندگانِ ملک کو چند بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی جن میں خاص طور پر یہ حقوق شامل ہوں گے: "مرتبے اور مواقع کی مساوات، قانون کی نگاہ میں سب افراد کا یکساں ہونا، تمدنی، معاشی اور سیاسی انصاف، خیال، بیان، عقیدہ، ایمان، عبادت اور اجتماع کی ایسی آزادی جو قانون اور اخلاقِ عامہ کے تابع ہو۔"

ان سب امور کے بارے میں یہ ضروری ہے کہ پہلے جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور اجتماعی عدل و انصاف کے اسلامی مفہومات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے، پھر ان کو دستور کے مختلف ابواب اور دفعات میں حسبِ موقع ثبت کیا جائے۔ یہ اصطلاحات دنیا کے بہت سے فکری نظاموں میں مشترک ہیں۔ مگر ہر ایک میں ان کے مفہومات دوسرے نظاموں سے الگ ہیں۔ مثلاً ایک ان کو کسی معنی میں استعمال کرتا ہے، مغربی جمہوریت [illegible] انہیں ان کے کچھ اور معنی لیتے ہیں، اور اسلام میں ان کے معنی کچھ اور ہیں۔ ہم کو ان کی مختلف تعبیرات میں سے لازماً وہ تعبیر اختیار کرنی ہے جو خالص اسلامی ہو۔ اور ان تعبیرات سے بچنا ہے جو دوسروں نے اس میں داخل کی ہیں۔ مثال کے طور پر اسلام میں دوسرے نظاماتِ فکر کے برعکس جمہوریت مطلق العنان نہیں ہے بلکہ حدود اللہ کی پابند ہے۔ اس لئے ہماری پارلیمنٹ کثرتِ رائے سے یا بالاتفاق کوئی قانون نہ بنا سکتی ہے نہ ایسے کسی قانون کی منظوری دے سکتی ہے جو خدا اور رسول کے احکام سے ٹکراتا ہو۔ قانون سازی کے معاملے میں اس کی آزادی صرف مباحات تک محدود رہے گی، رہے وہ معاملات جن میں کسی نہ کسی طرح کے شرعی احکام موجود ہیں تو ان میں وہ لازماً نصوصِ کتاب و سنت ہی سے مسائل کا استنباط کرنے پر مجبور ہوگی۔ ہمارے دستور کے باب قانون سازی کی اولین دفعہ میں اس مضمون کی تصریح ہونی چاہیے اور اس کے ساتھ ایک خاص مدت بھی اس غرض کے لئے مقرر کی جانی چاہیے کہ اس کے اندر انگریزی دور کے وہ تمام قوانین منسوخ یا تبدیل کر دیئے جائیں گے جو احکامِ خدا و رسول کے خلاف ہماری مملکت میں رائج ہیں۔

اسی طرح بنیادی حقوق کے معاملے میں بھی ہم کو دوسروں کی تقلید نہیں کرنی ہے بلکہ اپنے

شہریوں کو وہ حقوق دینے میں جو خدا اور رسول کی شریعت نے ان کو دیئے ہیں، اور ان کے حقوق پر وہ پابندیاں عائد کرتی ہیں جو اسلامی قانون اور اسلامی نظام اخلاق نے ان پر عائد کی ہیں۔ جو آزادی اسلام اپنی مملکت کے شہریوں کو نہیں دیتا وہ ہمارے دستور میں ان کو ہرگز نہیں دی جاسکتی، خواہ تمام دنیا میں ان کو دی گئی ہو، اور جس آزادی سے اسلام نے ان کو بہرہ ور کیا ہو ہم اسے سلب کرنے کی کوئی گنجائش اپنے دستور میں نہیں رکھ سکتے خواہ دنیا کے دوسرے دستوروں میں ایسی گنجائش کتنی ہی فراخ دلی سے رکھ دی گئی ہو۔ مثلاً اسلام اپنی مملکت کے کسی مسلم شہری کو یہ آزادی نہیں دیتا کہ وہ اس ملک کے اندر رہتے ہوئے اپنا دین تبدیل کرلے، یا ارکان دین کی بجا آوری سے انکار کرے، یا فواحش و منکرات کا علانیہ مرتکب ہو۔ اور احکام خدا و رسول کی کھلے بندوں خلاف ورزی کرے، لہٰذا شخصی آزادی کی یہ تعبیر دوسرے دستوروں میں چاہے کیسی کچھ بھی پائی جاتی ہو، ہم کو اپنے دستور میں صاف صاف اس آزادی کی نفی کرنی پڑے گی۔ بخلاف اس کے دنیا کے بعض دستوروں میں ایسی گنجائشیں رکھی گئی ہیں جن کی بنا پر حکومت ایک شہری کی آزادی اس کا جرم ثابت کئے بغیر اور اس کو صفائی کا موقع دیئے بغیر سلب کرسکتی ہے، لیکن اسلام کسی حال میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے ہمارے دستور میں ایسی کوئی گنجائش نہیں رکھی جاسکتی۔

(۷) ریاست کے مسلم شہریوں کے معاملہ میں قرارداد مقاصد کی شق (۶) یہ طے کرتی ہے کہ "ایسی ترتیب دستور میں مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو ان اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں منضبط کرسکیں"۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دستور میں مسلمانوں کی حد تک حکومت کے ذمہ چند فرائض واضح طور پر عائد کئے جائیں تاکہ ان کی انجام دہی سے تغافل کرنے کی صورت میں اس سے مواخذہ کیا جاسکے۔ مثال کے طور پر حکومت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ

(۱) وہ اس مملکت میں ایسا نظام تعلیم رائج کرے جو الحاد و بے دینی کے رجحانات سے پاک ہو، جس کے ماتحت علم کے تمام شعبوں میں اسلامی آئیڈیالوجی کو بنیادی حیثیت حاصل ہو اور جس میں مسلمانوں

کے لئے قرآن و سنت کی تعلیم لازمی ہو۔

وہ اس ملک میں اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا انتظام کرے، حج کی تنظیم کرے، اور مسلمانوں کو احکامِ اسلامی کا پابند بنائے،

وہ مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کو ان برائیوں سے پاک کرنے کا انتظام کرے جو قرآن و سنت میں ممنوع ہیں،

وہ تہذیب و تمدن اور معاشرت و معیشت کے تمام شعبوں میں ان اصولوں کی پابند رہے اور اپنے اسلامی پروگرام کو ان اصولوں پر قائم کرے جو اسلام نے بتائے ہیں،

وہ سرکاری انتظام یا سرپرستی میں ایسے طریقوں کو رواج دینے سے باز رہے جن سے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر قرآن و سنت کی بتائی ہوئی راہ سے ہمیشہ ہٹتی رہتی ہو۔

(۵) غیر مسلموں کے بارے میں قرارداد مقاصد کی شق (ح) یہ طے کر دی ہے کہ ریاست پاکستان کے دستور میں اقلیتوں کے لئے اس امر کی کافی گنجائش رکھی جائے گی کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کر سکیں اور اپنی تہذیب کو نشو و نما دے سکیں۔ نیز شق (ذ) میں یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ اقلیتوں، پسماندہ اور پست طبقوں کے جائز مفاد کی حفاظت کا کافی بندوبست کیا جائے گا۔ یہ دونوں شقیں بھی لازماً اسی دیباچے کی تابع ہیں جس میں مملکت پاکستان کے بنیادی عقیدے کی تصریح کی گئی ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں بھی ہم دنیا کی غیر دینی جمہوری ریاستوں کی نقل نہیں اتار سکتے بلکہ ہم کو ٹھیک ٹھیک اسلامی اصولوں ہی کی پابندی کرنی ہوگی۔ ہم غیر مسلموں کو وہ سارے حقوق دیں گے جو اسلام کے دستوری قانون نے ان کو دیئے ہیں، خواہ دنیا کی دوسری ریاستوں نے ایسے حقوق اپنی اقلیتوں کو نہ دیئے ہوں۔ اور ہم ان کو ایسا کوئی حق نہ دیں گے جو اسلامی دستور کے الفاظ اور روح کے خلاف پڑتا ہو، خواہ وہ دنیا کی جمہوریتوں میں اقلیتوں کو دیا گیا ہو۔ یہ مسئلہ چونکہ پیش کردہ سوال سے غیر متعلق ہے اس لئے اس پر ہم کچھ زیادہ تفصیلی اظہارِ خیال نہیں کر سکتے۔ اور ویسے بھی اب اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان صفحات میں اس سے پہلے اس کے متعلق مفصل بحثیں شائع ہو چکی ہیں۔ (ا۔م)

عورت کے لئے فرضیتِ نماز اور چہرے کا پردہ۔

سوال :- میں حسب ذیل دو معاملات میں اطمینان چاہتی ہوں:-

(۱) وہ کون سے احکام ہیں جن کی رو سے یہ ثابت ہے کہ عورتوں پر بھی پانچ وقت کی نماز فرض ہے؟ مجھے اس کے متعلق کچھ علم نہیں ہے۔ لیکن میں اس کی فرضیت سے منکر نہیں ہوں۔ بلکہ احتیاطاً اور خوفِ خدا کی وجہ سے نماز کی سختی سے پابندی کرتی ہوں۔ مگر یہی بات یہ ہے کہ خوش دلی سے نہیں بلکہ بہ مجبوری۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عورت کے لئے پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا کے عام قاعدے کے خلاف ہے۔ مردوں کے اوقات کار کا تعین کرتے ہوئے نمازوں کے لئے گنجائش رکھی جا سکتی ہے مگر عورتوں کے کام اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان میں سے نمازوں کا وقت نکالنا نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ یہ دقت خاص کر بچوں والی عورت کو پیش آتی ہے جب کہ اس کے پاس بچوں کو سنبھالنے اور کام کاج کرنے کے لئے کوئی دوسرا آدمی موجود نہ ہو۔ نماز کے لئے وقت نکال بھی جائے تو نماز کے دوران میں بچے آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔ ایک دوسرے کو پیٹتے ہیں۔ اور ماں کو نماز ہی میں یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کسی کو شدید چوٹ نہ آجائے۔ پھر بچے نماز ہی میں بلانے لگتے ہیں۔ اور کسی طرح پیچھا چھوڑنے کا نام نہیں لیتے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح نماز میں توجہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اور بڑی ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ مغرب تو بچے کھانے اور دودھ کے لئے متقاضی ہوتے ہیں۔ عشاء کو وہ چاہتے ہیں کہ ماں ان کو تھپک کر سلائے۔ اس طرح نماز کے بارے میں بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب خاص ایام تو عورتوں کو آٹھ آٹھ دن نماز سے چھٹی ہو سکتی ہے تو عام حالات میں ایک آدھ نماز ترک کر دینے سے کیا ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی واضح فرمائیے کہ نماز میں ستر کی حدود کیا ہیں؟ گرمیوں میں سر، گردن اور بازوؤں کو اچھی طرح اگر ڈھانکا جائے تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ کیا تنہائی میں یہ حصے کھلے نہیں رکھے جا سکتے

(۲) پردے کا مسئلہ ایک عرصہ سے میرے لئے ذہنی کوفت کا سبب بنا ہوا ہے۔ میں نے آپ کی کتاب "پردہ" کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ لیکن مجھے اس سے بھی پورا اطمینان نہیں ہو سکا۔ یوں تو اسلام کے متعلق میرے دل میں جس قدر غلط فہمیاں تھیں وہ آپ کے لٹریچر سے بحمد اللہ رفع ہو گئی ہیں۔ لیکن یہ پردہ کا مسئلہ اب بھی حل نہیں ہوا۔ "پردہ"